حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

رشید احمد ارشد ایم اے لیکچرر کراچی یونیورسٹی

حضرت خواجہ رضی الدین محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان کابل میں علمی خاندان تھا اور کئی پشتوں تک اس خاندان کے علم و فضل کا چرچا رہا۔ آپ کا نسب نامہ بائیس ۲۲ واسطوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس نسب نامہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والد ماجد، جدِ محترم اور پر دادا بھی کابل اور اس کے اطراف کے قاضی رہ چکے ہیں کسی تذکرہ میں آپ کے آباء و اجداد کا مختصر حال بھی نہیں ملتا ہے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والدِ محترم کی شہر کابل میں بڑی شہرت تھی اور آپ اپنے علم و فضل میں بہت ممتاز تھے اسی زمانے کے بہت بڑے علماء کو شیوخ کے لقب سے سرفراز کیا جاتا تھا اور آپ کے والد کو بھی شیخ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس وجہ سے بعض لوگ شیخ کے لفظ کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے اور وہ آپ کو حسینی سید نہیں سمجھتے تھے مگر معتبر ذرائع سے آپ کا حسینی سید ہونا ثابت ہے[۱]۔

آپ کے والد { قاضی عبدالسلام بہت عابد و زاہد تھے اور آپ کا قلب مبارک

---

[۱] سیرت باقیہ۔ مطبوعہ دہلی۔

اس قدر نرم تھا کہ خوفِ الٰہی سے اکثر گریہ و بکا میں مشغول رہتے تھے[۱]

آپ کی والدہ ماجدہ بھی نہایت عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں اور درویشوں کی خدمت کرتی تھیں۔ ان کا تعلق بھی خاندانِ سادات سے تھا۔ وہ اپنے صاحبزادے سے بے حد محبت کرتی تھیں اور انہی کی دعاؤں کی بدولت خواجہ صاحب نے بقولِ خود روحانی ترقی حاصل کی[۲]

ولادت باسعادت ولادت سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں آپ کی بزرگی کی بشارت مل گئی۔ آپ شہرِ کابل میں ۹۷۱-۷۲ھ ۱۵۶۳-۶۴ء میں پیدا ہوئے۔

بچپن ہی میں آپ کو طہارت اور پاکیزگی پسند تھی۔ اگر کوئی ناپاک چیز آپ کے کپڑوں کو لگ جاتی تو فوراً پوشاک تبدیل کرالیتے تھے۔ کھیل کود سے کم رغبت تھی اور ابتدائی عمر ہی سے آپ کو تنہائی پسند تھی اور آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ آپ کی انہی باتوں کو دیکھ کر اکثر بزرگ افراد آپ کے ہونہار ہونے کی پیشین گوئی کرنے لگے تھے۔

ابتدائی تعلیم جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو خود بخود تعلیم کی طرف رغبت ہوئی۔ اور آپ خواجہ سعد کے مکتب میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ مکتب میں آپ اپنے تمام ساتھیوں سے پہلے سبق یاد کرلیتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے تمام قرآن کریم حفظ فرما لیا اور اس عرصے میں نماز روزے کے ضروری مسائل بھی یاد کرلئے تھے۔

قرآن کریم کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے علوم عربیہ کی تعلیم شروع کی۔ دس سال کی عمر میں آپ نے عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

علومِ عربیہ کی تحصیل ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے کابل کے مشہور عالم مولانا صادق حلوائی[۳] سے تعلیم حاصل کی جو اپنے زمانے کے بہت بڑے

---

[۱] زبدۃ المقامات از حضرت محمد ہاشم کشمی مطبوعہ مطبع نول کشور واقع کانپور ۱۳۰۷ھ ۱۸۹۰ء بار اول ص ۵۔

[۲] زبدۃ المقامات ص ۸۔

[۳] مولانا صادق کا وطن سمرقند تھا جب ۹۸۱ھ میں حج سے واپس آئے تو (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

عالم تھے جب کابل سے مولانا صادق حلوائی ماوراء النہر تشریف لے گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ ماوراء النہر پہنچے اور وہاں بھی ان سے اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور اپنے ساتھیوں سے بہت جلد آگے بڑھ گئے۔ مولانا صادق حلوائی بہت بڑے ادیب اور خوش گو شاعر بھی تھے۔ اسی لئے ان کے فیضِ صحبت سے آپ میں فارسی ادب اور شاعری کا عمدہ مذاق پیدا ہوگیا تھا۔

تلاشِ حق ابھی آپ فارغ التحصیل ہونے نہیں پائے تھے اور ایک دن آپ ایک ویران مسجد میں بیٹھے ہوئے درسی کتب کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ ایک مجذوب ادھر آنکلا اس نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

در کنز و ھدایہ نتواں دید خدا را آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

ترجمہ:۔ کنز و ہدایہ (جیسی فقہ کی کتابوں) میں خداوند تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا ہے۔ تم اپنے دل کے آئینہ کو دیکھو کیونکہ اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

اس کا یہ شعر آپ کے دل پر اثر کر گیا اور آپ نے درسی کتب کا مطالعہ چھوڑ کر اس مجذوب کی تلاش شروع کی مگر وہ آپ کو نہیں مل سکا، لیکن وہ آپ کے دل میں تلاشِ حق کی لگن پیدا کر گیا۔

آپ کی اس حالت کو دیکھ کر آپ کے بعض اہلِ علم ہمدردوں کو افسوس ہوا اور ان میں سے ایک صاحب نے آکر آپ کو یہ مشورہ دیا۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اکبر بادشاہ کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم نے جو کابل کا حاکم تھا، ان سے درخواست کی کہ وہ کچھ عرصہ کابل تشریف لاکر انہیں اور وہاں کے لوگوں کو اپنے علمی فیض سے مستفید ہونے کا موقع دیں۔ لہٰذا وہ ان کی فرمائش پر کچھ عرصے کابل میں درس دیتے رہے۔ اسی زمانے میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے بھی ان سے تعلیم حاصل کی وہ بہت بڑے عالم و فاضل اور خوش گو شاعر بھی تھے۔ ان کے بھائی ملا علی محمد شہ سمرقندی بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے، وہ کچھ عرصہ ہندو پاکستان میں بھی رہے تھے اور ۹۸۱ھ میں وفات پائی۔

"اگر آپ کچھ عرصہ مزید تعلیم حاصل کر لیتے تو آپ فارغ التحصیل ہوجا
اور مکمل عالم بن جاتے۔"

تبحر علمی کا دعویٰ

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔
"اگر فارغ التحصیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ درسی کتب کے مشکل
مقامات کو سمجھ سکے اور انہیں پڑھا سکے تو یہ قابلیت مجھے حاصل ہے میرے
سامنے آپ کوئی مشکل کتاب لے آئیے میں اُسے پڑھا سکوں گا۔"[1]
آپ کے اس کلام مبارک کے مطابق بعض طلبہ اور اہلِ علم نے آپ کا مخ
طریقوں سے امتحان لیا۔ ہر موقع پر انہوں نے آپ کو علم کا بحر ناپیدا کنار پایا۔ اس ز
ماوراء النہر کی درسگاہوں میں منطق، فلسفہ اور الٰہیات (فلسفہ مابعد الطبعیات)
چرچا تھا لہٰذا آپ نے معقولات کے تمام علوم کو حاصل کیا۔ ان علوم میں آپ کے تبحر
ثبوت آپ کے تصوف کے رسائل سے ملتا ہے، جن میں آپ نے نہایت فلسفیانہ
ذات باری اور وحدت الوجود کے بارے میں بحث فرمائی ہے۔

مرشد کامل کی تلاش

مگر جب آپ حقیقت اور حق کی طلب میں مشغول ہو
نے ظاہری علوم کے مشغلے کو خیرباد کہہ دیا اور جنگلوں
میں مرشد کامل کی تلاش میں گشت کرنے لگے۔ اس عرصے میں بعض علمی معرکے بھی
اور اس میں آپ کامیاب ہوئے تھے۔ آپ کو قرآن کریم کی آیات کی صوفیانہ تفسیر
کرنے میں بہت مہارت حاصل تھی۔ جن مشکل آیات کی تفسیر و تشریح کرنے میں بڑ
علماء عاجز ہوجاتے تھے۔ ان کی تفسیر آپ نہایت عجیب و غریب انداز میں فرماتے

آیت کی تفسیر

ایک روز آپ ایک خراسانی عالم کی علمی مجلس میں جا پہنچ
ہر عالم نے کسی علمی موضوع پر تقریر کی۔ جب آپ کی باری
حاضرین نے بھی آپ سے علمی تقریر کرنے کی درخواست کی آپ نے مندرجہ ذیل آ

---

[1] زبدۃ المقامات ص ۶ مطبوعہ مطبع نول کشور ۱۸۹۰ء۔

ونکھے انداز میں تفسیر فرمائی ۔

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝

اس آیتِ کریمہ کا لفظی ترجمہ یہ ہے :۔" ان (کافروں) نے مکر و تدبیر کی اور اللہ نے بھی مکر و تدبیر کی اور اللہ سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے "

اس آیتِ کریمہ کے بارے میں سب موجود علماء کو یہ شبہ لاحق تھا کہ مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی اس کے شایانِ شان نہیں ہے ۔ اس خراسانی عالم کو بھی یہ شبہ بہت عرصے سے لاحق تھا ۔ لہٰذا جب آپ نے اس کی صحیح توضیح و تاویل فرمائی تو سب کے شبہات دور ہو گئے بالخصوص وہ خراسانی عالم آپ کی تقریر سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اپنے رفیقِ خاص سے اس بات کا اقرار کیا کہ (خواجہ) محمد باقی نے اس انداز سے تقریر فرمائی کہ ان کے دیرینہ شبہات اور اعتراضات دور ہو گئے ۔

مناظرہ میں کامیابی آپ کے تبحر علمی کا دوسرا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عیسائی عالم کابل آیا اور اس نے یہ دعوٰی کیا کہ اسلام میں توحید نہیں ہے ۔ اس بارے میں اس نے تمام علمائے اسلام کو مناظرہ کی دعوت دی ۔ کئی علماء اس سے مناظرے کے لئے آئے مگر وہ چرب زبانی سے ان پر غالب آجاتا تھا ۔ حضرت خواجہ باقی صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ مناظرہ کرنے کے لئے اس کے سامنے آئے ۔ جب کہ آپ معقولات کے بہت بڑے عالم تھے اس لئے آپ نے عقلی دلائل کے ذریعے بہت جلد اس کو شکست دے دی ۔ اور وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا ۔

معتزلین کی اصلاح اسی طرح ایک دفعہ ایک معتزلی آیا اس نے اپنے عقائد کی تائید میں عقلی دلائل پیش کئے آپ نے اس کے عقلی دلائل کی اپنے عقائد اور عقلی دلائل سے اس انداز سے تردید فرمائی کہ وہ خود حیران رہ گیا اور آخرکار اس نے اپنے عقائد سے توبہ کی ۔

نوجوانی میں علمی شہرت آپ نے اس قدر علمی شہرت اور کمالِ علمی محض انیس ۱۹ سال میں حاصل کر لیا تھا جب کہ اکثر علماء ساری عمر علمی کاموں

میں مشغول رہنے کے باوجود اس قدر شہرت حاصل نہیں کرسکے تھے۔ سچ ہے ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حق کی تلاش نوجوانی میں جب آپ پر عشقِ حقیقی کا غلبہ ہوا تو آپ تلاشِ حق میں مختلف مقامات پر پہنچے۔ آپ کسی بندۂ کامل کی جستجو میں جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی سرگرداں رہے۔ کابل کے علاوہ آپ ماوراء النہر کے بزرگوں کی خانقاہوں میں بھی پہنچے اور ان سے فیض حاصل کیا۔ ان کی صحبت میں رہ کر کسی قدر عارضی سکون اور اطمینان میسّر آجاتا تھا، مگر مستقل اور حقیقی سکونِ قلب میسّر نہیں آسکا۔

مشائخ کی صحبت آپ کچھ عرصہ تک شیخ لطف اللہ کے خلیفہ خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں بھی رہے۔ اس کے بعد شیخ احمد یسویؒ کے سلسلہ کے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا اسمِ مبارک حضرت افتخار شیخ تھا[1]۔ بعد ازاں امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں بھی حاضری دی، مگر روحانی کشمکش اور بے چینی دور نہ ہوئی۔ البتہ اس عرصہ میں خواجۂ بزرگ (نقش بند) کا روحانی فیض حاصل ہوا۔ اور حضرت خواجہ عبیداللہ احرار سے بھی روحانی فیض ملا۔ اس روحانی فیض کی بدولت آپ نقشبندی سلسلے کے ذکر و فکر میں مشغول ہوگئے۔

کشمیر میں آمد عشقِ حقیقی کی کشش آپ کو کشمیر بھی لے گئی۔ وہاں کچھ عرصہ تک آپ شیخ بابا بھائی والی کی خانقاہ میں جو اسی سلسلے سے منسلک تھے مقیم رہے[2]۔ وہاں رہ کر آپ کو بہت فیض حاصل ہوا کیونکہ بابا صاحب نے خاص روحانی توجہ آپ پر مبذول فرمائی تھی[3] اور نقشبندیہ سلسلے کے ممتاز بزرگ تھے۔

---

[1] یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے۔　[2] عمدۃ المقامات ص ۸۴ — ۸۶۔

[3] زبدۃ المقامات ص ۹ — ۱۰ حضرت بابا کشمیری خوارزم کے رہنے والے تھے سنہ ۹۹۹ھ / ۱۵۱۰ء میں کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں اپنے روحانی کمالات کی وجہ سے بہت مقبول ہوئے۔ لیکن بعض سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے مرزا یادگار نے انہیں زہر دلوادیا، کیونکہ آپ حکام کے سامنے حق و صداقت کی گفتگو کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

لاہور میں قیام

اس جستجو اور طلبِ حق میں آپ ہندوستان بھی تشریف لائے تھے اور کافی عرصہ تک وہاں مقیم رہے۔ لاہور کے قیام کے زمانے میں آپ کی وارفتگی انتہا درجے تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں آپ جنگلوں، پہاڑوں، ویرانوں اور قبرستانوں میں "مردِ کامل" کی تلاش میں پھرتے رہے جو آپ کی روحانی قلق و اضطراب کا علاج کر سکے۔ آپ کیچڑ، دلدل اور ایسے ناقابلِ عبور مقامات میں سے گزرتے تھے جہاں کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اسی صحرانوردی میں آپ کو ایک مجذوب ملا جسے آپ نے پسند فرمایا اور آپ نے اس کی صحبت میں رہنے کی کوشش کی مگر وہ آپ سے دور بھاگتا تھا۔ جب آپ اس کا پیچھا کرتے تو وہ آپ کو دیکھ کر سب و شتم پر اتر آتا اور کبھی آپ کی طرف پتھر پھینکتا تھا اور دوسری طرف بھاگ جاتا تھا مگر آپ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ اور اس کے پیچھے لگے رہتے تھے، آخرکار ایک دن اسے رحم آیا اور اس نے آپ کی طرف متوجہ ہوکر دعا کی کہ خداوند تعالیٰ آپ کی دلی مراد پوری کرے۔

انتظار و قلق کی زحمت

حضرت خواجہ باقی باللہ اس زمانے کے واقعات کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے :-

"گو ہم نے دیگر بزرگوں کی طرح ریاضت ہائے شاقہ برداشت نہیں کیں مگر انتظار و قلق کی زحمت بہت برداشت کرنی پڑی۔"

آپ کی والدہ ماجدہ آپ کی اس روحانی بےچینی اور بے قراری سے بہت متاثر ہوتی تھیں اور ان سے آپ کا قلق و اضطراب دیکھا نہیں جاتا تھا۔ اس لئے وہ صدقِ دل سے دن رات اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگتی تھیں کہ وہ آپ کے روحانی مقصد کی تکمیل کرے[1]۔

---

[1] مرشدِ کامل کی تلاش میں آپ دہلی بھی تشریف لائے اور وہاں شیخ عبدالعزیز کی خانقاہ میں ان کے صاحبزادے شیخ قطب العالم کے پاس رہے۔ اسی زمانے میں شیخ قطب العالم صاحب کو کشف سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ باقی کو فیضِ روحانی مشائخ بخارا سے حاصل ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے اس کا ذکر حضرت خواجہ صاحب سے کیا، اور انہیں بخارا روانہ کیا۔

(انفاس العارفین از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

آپ خود فرماتے ہیں :-

"میں ابتدائی زمانے میں خواجہ عبید کی خدمت میں رہا - جو شیخ لطف اللہ کے خلیفہ تھے ان کی خدمت میں جاکر میں نے گناہوں سے توبہ کی اس کے بعد خواجہ احمد یسوی کے سلسلے کے ایک بزرگ اور حضرت امیر عبد اللہ بلخی کی خدمت میں پہنچا۔ بعد ازاں خواب میں خواجہ بہاء الحق کی زیارت حاصل ہوئی۔ اور ان کی خدمت میں جاکر میں نے توبہ و استغفار کی اور ان کی ہدایت کے مطابق دو سال تک نقشبندی سلسلے کے مطابق ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا۔"[1]

اُویسی طریقہ مختلف بزرگوں کے فیض سے آپ تصوّف و روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکے تھے۔ ابھی تک آپ نے کسی خاص بزرگ کے دست مبارک پر بیعت نہیں کی - لہٰذا آپ اُویسی طریقے کے مطابق براہِ راست روحانی مدارج کی تکمیل کرتے رہے۔ جیساکہ آپ نے اپنے اشعار میں بھی بیان فرمایا ہے - تاہم روحانی مدارج کے بعد آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے نقشبندی سلسلے کے کسی مرشدِ کامل کی ادنیٰ توجہ کی ضرورت تھی -

خواجہ امکنگی سے بیعت لہٰذا آخر میں آپ کی روحانی کشش آپ کو ماوراء النہر (ترکستان) کے شیخ کامل حضرت خواجہ امکنگی[2] کی خدمت میں لے گئی اور آپ نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی۔ خواجہ امکنگی نے تھوڑے عرصے میں آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا اور بہت جلد آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا -

---

[1] زبدۃ المقامات صفحہ ۹-۱۰ -

[2] خواجہ امکنگی اپنے والد محترم خواجہ محمد درویش کے خلیفہ تھے - خواجہ درویش اپنے ماموں خواجہ زاہد کے مرید تھے اور وہ خواجہ عبید اللہ احرار کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت خواجہ احرار نے حضرت خواجہ یعقوب چرخی سے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے روحانی فیض حاصل کئے جو سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی تھے -

خواجہ امکنگی کے بہت سے مریدین جو آپ کے پاس عرصۂ دراز سے روحانی فیض حاصل کر رہے تھے آپ کے اس فعل سے بہت متعجب ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا ۔ اس پر خواجہ امکنگی نے فرمایا :-

"ان کا روحانی کام مکمل ہو چکا تھا وہ تو ہمارے پاس صرف اصلاح وتصحیح کے لئے آئے تھے "

خرقۂ خلافت دینے کے بعد آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ ہندوستان جاکر نقشبندی سلسلے کو قائم کریں کیونکہ سرزمینِ ہند نقشبندی بزرگوں سے خالی ہے ۔

برصغیر میں قیام

خواجہ امکنگی کے حکم کی تعمیل میں آپ براہ کابل پشاور تشریف لائے ۔ یہاں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ لاہور آئے، یہاں آپ پورے ایک سال تک مقیم رہے ۔ یہاں کے بہت سے علماء وفضلاء اور امراء آپ کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتے رہے ۔ آپ اس سے پہلے بھی مرشد کامل کی تلاش میں لاہور تشریف لا چکے تھے اس زمانے میں شیخ فرید بخاری اکبر بادشاہ کے بخشی بیگی تھے ۔ وہ آپ کے بہت معتقد ہو گئے تھے ۔ اس دفعہ بھی بہت سے امراء اور علماء آپ کے روحانی کمالات سے مستفید ہوئے ۔

دہلی میں قیام

چونکہ سارے ہندوستان میں دہلی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور وہ "بائیس ۲۲ خواجہ کی چوکھٹ" کہلاتی تھی اور یہ شہر ہمیشہ سے اولیاء کرام کا مستقر رہا ہے ۔ اسی لئے ایک سال کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور قلعہ فیروزآباد میں مقیم ہوئے جو اس زمانے میں دریا کے کنارے پر واقع تھا اور نہایت دلکش اور پُرفضا مقام تھا اس قلعہ کی مسجد نہایت عظیم الشان تھی، مگر اب ویران ہو گئی ہے تاہم اس کے آثار اس کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں ۔ آپ نے خاص اس مسجد میں قیام فرمایا اور وفات تک آپ وہیں سکونت پذیر رہے [1] ۔

---

[1] زبدۃ المقامات ص۱۴ ۔

سفر کا حال

دہلی پہنچنے کے بعد روحانی حلقوں میں آپ کی آمد کی شہرت جلد پہنچ گئی اور دور دراز سے طالبانِ حقیقت آپ کے پاس رشد و ہدایت کے لئے پہنچنے لگے۔ لاہور سے دہلی کا سفر آپ نے گھوڑے پر کیا، مگر ابھی آپ نے ایک میل کا سفر طے نہیں کیا تھا کہ ایک کمزور و ناتواں پا پیادہ مسافر آپ کو نظر آیا تو آپ گھوڑے پر سے اتر گئے اور اُسے گھوڑے پر سوار کرا دیا اور خود منزل تک پا پیادہ چلتے رہے، اور اس غرض سے کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے آپ نے سرِمبارک پر لنگی باندھ رکھی تھی۔ بعض دفعہ اس خیال سے کہ لوگ آپ کو شناخت نہ کر سکیں منزل کے قریب آبادی میں گھوڑے پر سوار ہو جاتے تھے۔[1]

اُمراء کی عقیدت

دہلی کے قیام کے زمانے میں بہت سے امرائے شاہی آپ کے معتقد ہو گئے تھے حالانکہ آپ ہمیشہ گوشۂ گمنامی میں رہے اور کبھی اپنے روحانی کمالات کا اظہار نہیں کیا اور طالبانِ ہدایت کو بہت اصرار کے بعد مرید کرتے تھے تاہم عقیدت مند افراد آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے اور بعض امرائے شاہی بھی آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

شیخ فرید بخاری

آپ کے سب سے بڑے مرید اور معتقد حاکم شیخ فرید الدین بخاری تھے جو نواب مرتضیٰ خاں کے شاہی لقب سے مشہور ہوئے، وہ شہنشاہ اکبر و جہانگیر دونوں کے دور میں رہے تھے۔ انہوں نے جہانگیر کو تخت نشین کرایا تھا۔ اور اس سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق حکومت کرنے کی کوشش کرے گا نیز اس نے رفاہِ عام کے بہت سے کام کئے۔ یہ سب خواجہ صاحب سے عقیدت مندی اور آپ کی فیض صحبت و تربیت کا نتیجہ تھا۔ وہ آپ کی خانقاہ کے مصارف کا آخر دم تک کفیل رہا۔ اس نے خانقاہ کے درویشوں کے معقول وظائف مقرر کر دیئے تھے۔ خواجہ صاحب نے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرانے کے لئے اس سے مخلصانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ دہلی کے قریب شہر فرید آباد ان ہی کے نام پر آباد ہے۔ ان کی وفات ۱۰۲۵ھ مطابق

---

[1] زبدۃ المقامات صفحہ ۲۰-۲۱۔

سنہ ۱۶۱۶ء میں ہوئی۔ ان کا مزار حضرت شاہ چراغ دہلی کے مزار کے راستے پر ہے[1]۔

خواجہ صاحب شیخ فرید جیسے نہایت صالح اور نیک عقیدت مند امراء کی امداد قبول کر لیتے تھے۔ ان کے علاوہ اکثر امراء آپ کے درویشوں کا یومیہ وظیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے مگر آپ ان کی امداد قبول نہیں فرماتے تھے، کیونکہ آپ کے نزدیک ان کی کمائی مشتبہ ہوتی تھی اور آپ اکلِ حلال پر بہت زور دیتے تھے۔

عبدالرحیم خانخاناں

مرزا عبدالرحیم خانخاناں بھی آپ کا بہت معتقد تھا، جب آپ نے حج کے لئے سفرِ حجاز کا ارادہ کیا تو مرزا عبدالرحیم خانخاناں نے زادِ راہ اور اخراجات کے لئے ایک لاکھ روپے آپ کو نذر کئے مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا اور اسے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ یہ رقم عوام کی فلاح و بہبودی میں خرچ کی جائے[2]۔

دیگر امراء کی عقیدت مندی

مرزا قلیج خاں بھی جو شہزادہ دانیال کا خسر تھا اور پنجاب کا حاکم تھا، نہایت دیندار عالم اور پابندِ شرع تھا وہ بھی آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا نیز حضرت مجدد صاحب کے بعض مکاتیب سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ صدرِ جہاں صدر الصدور کے بھی آپ سے نیازمندانہ تعلقات تھے۔

ملحدانہ خیالات کا انسداد

ان سب امراء کے ذریعے آپ اکبر بادشاہ کی ملحدانہ پالیسی کے بُرے اثرات دور کرنے کی کوشش فرماتے تھے تاکہ ان کے ذریعے شاہی دربار میں اور پورے ملک میں اسلامی ماحول پیدا ہو اور وہ مسلمانوں کو بدعت و ضلالت کے خیالات سے محفوظ رکھ سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ امراء کے

---

[1] رودِ کوثر۔ از ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب۔

[2] مرزا عبدالرحیم خانخاناں کی اس پیشکش کے جواب میں آپ نے نہایت ناراضگی کے لہجہ میں یہ تحریر فرمایا تھا "ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی ضائع کر کے حج کو جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے لئے زادِ راہ مہیا ہونے کی شرط مقرر کر رکھی ہے" (حیاتِ باقیہ ص ۱۷ مطبوعہ دہلی)۔

نام اپنے مکتوبات میں آپ نے انہیں شریعت اور سنت نبوی کی پابندی کی باربار نصیحت فرمائی ہے، اور انہیں ان کی اسلامی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔

آپ کی فیضِ صحبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض امراء اپنے سرکاری عہدے چھوڑکر آپ کے فیضِ صحبت میں آگئے۔ اس قسم کے حضرات میں خواجہ حسام الدین احمد کا اسم گرامی بہت نمایاں ہے جو آپ کی وفات تک آپ سے جُدا نہیں ہوئے، بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اولاد کی نگرانی اور تربیت کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی۔

رُشد و ہدایت دہلی آنے کے بعد آپ کو رشد و ہدایت کے تین چار سال میسر آئے اور اسی قلیل مدت کے آخر سال میں آپ گوشہ نشین ہوگئے تھے لیکن اللہ کا فضل و کرم آپ پر اس قدر وسیع ہوا کہ اس قلیل مدت میں ہزاروں انسان آپ سے فیض یاب ہوئے، ان میں امیر و غریب، مرد و زن، عالم و جاہل ہر قسم کے حضرات شامل تھے۔ آپ ہر طبقہ کے انسان کو اس کے حسبِ مقام ہدایت فرماتے تھے اور اسی سلسلے میں آپ نے کبھی اپنی مشیخت اور اپنی روحانی عظمت ظاہر کرنے کے لئے کشف و کرامات کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ عاجزی اور انکساری سے کام کرتے رہے۔

شریعت کی پابندی آپ علماء و سادات کا بہت ادب و احترام فرماتے تھے۔ شرعی معاملات میں بالعموم پرہیزگار علماء و فقہاء سے رجوع فرماتے تھے اور فتویٰ لینے والوں کو انہی علماء کی طرف بھیجتے تھے اور تمام درویشوں اور فقیروں کو شریعت کی پابندی کرنے کی نصیحت فرماتے تھے بلکہ مرید کرنے سے زیادہ آپ شریعت کے احیاء اور تبلیغ پر زیادہ زور دیتے تھے، کسی کو بڑے اصرار اور طویل آزمائش کے بعد ہی مرید کرتے تھے۔

طریقۂ ہدایت آپ طالبانِ ہدایت کو سب سے پہلے گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس کے بعد جب آپ انہیں رشد و ہدایت کی راہ پر ثابت قدم پاتے تو ان کی صلاحیت کے مطابق انہیں اوراد و اذکار میں مشغول رکھتے تھے۔ اکثر حضرات کو آپ مقررہ طریقے کے مطابق "ذکر قلب" کی تلقین فرماتے تھے۔ کچھ

لوگوں کو نفی و اثبات کے ذکر کی اور کچھ حضرات کو ذکر اسمِ ذات کی ہدایت فرماتے تھے۔

رُوحانی مشاغل آپ بہت کم بولتے تھے، بہت کم کھاتے اور سوتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد تہجد کی نماز تک روزانہ دو مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے[1] آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے بلکہ ہر وقت باوضو رہتے اور عبادات میں عزیمت (بلند ہمتی) کے اعمال انجام دیتے تھے۔

جذب و استغراق آپ پر عالمِ استغراق اور جذب و مستی کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی تھی، تاہم اس قدر روحانی استغراق اور گوشہ نشینی کے باوجود آپ تمام شرعی فرائض وقت مقررہ پر ادا فرماتے تھے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تھے اس موقع پر عوام آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے اور جو کوئی دیکھتا تھا وہ آپ کے رعب اور ہیبت و جلال سے لرزہ براندام ہوجاتا تھا بلکہ بعض حضرات بے ہوش ہو جاتے تھے۔

اُکلِ حلال کی تاکید آپ اُکلِ حلال پر سختی کے ساتھ عمل پیرا تھے اور اپنے معتقدین کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ وہ اکل حلال میں بہت احتیاط رکھیں آپ ارشاد فرماتے تھے کہ کھانا پکانے والا باورچی بھی پارسا ہو اور وہ کھانا پکاتے وقت باوضو ہو، اور اس وقت وہ کوئی دنیاوی بات نہ کرے آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بے احتیاطی کے ساتھ کوئی لقمہ کھالیا جائے تو اس سے ایسا دھواں پیدا ہوتا ہے جو روحانی فیض و برکت کی نالیوں کو بند کر دیتا ہے، اور پاکیزہ روحیں جو منبع فیض ہیں دل کے سامنے نمودار نہیں ہوتی ہیں۔

سماع و رقص سے نفرت آپ سماع و نغمہ اور رقص کو ناپسند فرماتے تھے بلکہ آپ درویشوں کو بہ آواز بلند اللہ کا ذکر کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ آنے والے کو ہماری مجلس کے آداب کا لحاظ

---

[1] ترجمہ تذکرہ علمائے ہند۔ از رحمان علی ص ۲۷۱۔

رکھتے ہوئے آنا چاہیئے۔[۱]

بیعتِ خلفاء آپ کے اکابر خلفاء میں غالباً سب سے پہلے شیخ تاج الدین سنبھلی نے بیعت کی وہ آپ سے پہلے شیخ اللہ بخش سے جو سید علی قوام کے مرید تھے، سندِ خلافت حاصل کر چکے تھے اور آپ سے پہلے سے متعارف تھے کیونکہ جب حضرت خواجہ باقی باللہ سب سے پہلے لاہور اور ہندوستان مرشدِ کامل کی تلاش میں آئے تھے تو اس زمانے میں آپ سنبھل بھی تشریف لے گئے تھے اور شیخ اللہ بخش اور شیخ تاج الدین سنبھلی سے ملاقات فرمائی تھی، لہٰذا جب دوبارہ آپ دہلی میں مسندِ ہدایت پر سرفراز ہوئے تو اس وقت شیخ تاج الدین کے پیر و مرشد وفات پا چکے تھے اس لئے انہوں نے دوبارہ حضرت خواجہ صاحب سے بیعت کی اور بہت جلد وہ آپ کے "مونس خلوتِ خاص" ہوگئے وہ سب سے زیادہ آپ کے فیضِ صحبت میں رہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں آپ سے بیعت کی تھی جب کہ آپ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے، اس زمانے میں جب آپ دہلی پہنچے تو آپ کو خواجہ صاحب کی آمد اور ان کے بلند روحانی مقامات کا علم ہوا۔ لہٰذا آپ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو ماہ سے کچھ دن زیادہ مرشدِ کامل کی خدمت میں رہ کر سلسلہ نقشبندیہ کے جملہ اسرار و رموز کو حاصل کیا۔

خواجہ حسام الدین خواجہ حسام الدین احمد بھی جو ابو الفضل کے بہنوئی تھے، اس زمانے میں آپ کی بیعت سے سرفراز ہوئے جب کہ آپ ماوراء النہر سے واپس آئے، اس سے پیشتر وہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے مگر آپ نے ازراہِ تواضع اور کسرِ نفسی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کسی دوسرے مرشدِ کامل کو تلاش کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ وہ آگرہ چلے گئے اور وہاں پیرِ کامل کی تلاش میں پھرتے رہے۔

---

[۱] عمدۃ المقامات ص ۸۴ ـ ۹۷۔

حالت میں ایک دن انہوں نے کسی کے گھر سے قوالی کی آواز سُنی اس وقت قوال، شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

تو خواہی آستیں افشاں و خواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ حلوائی

یہ شعر سنتے ہی ان کی آتشِ شوق بھڑک اٹھی اور وہ سیدھے حضرت خواجہ باقی باللہ کے پاس دہلی پہنچے اور تمام ماجرا ان کے سامنے بیان کیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے انہیں مرید کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے امارت اور گھر بار چھوڑ کر ہر وقت "درِ خواجہ کی ناصیہ فرسائی" اپنا شیوہ بنالیا اور جلوت و خلوت میں آپ کے ساتھ رہنے لگے۔ مرزا حسام الدین احمد ہی واحد خلیفہ تھے جو وفات کے وقت اپنے شیخ کے پاس تھے اور ان کی وفات کے بعد بھی حضرت خواجہ کی درگاہ کی نگرانی اور آپ کی اولاد و خاندان کی خدمت کرنا آپ کی زندگی بھر کا مقصد رہا۔

شیخ اللہ داد شیخ اللہ داد لاہور سے ماوراء النہر کے سفر کے زمانے میں آپ کی خدمت میں پہنچے تھے اور آپ سے فیض حاصل کر کے طریقۂ مراقبہ اور ذکر و اذکار اکابر نقشبندیہ کی تلقین حاصل کی اور آخر دم تک درگاہ کی خدمت اور مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام کرتے رہے۔

خواتین کی تربیت حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مکتوباتِ شریفہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ہر طبقہ میں تبلیغ اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا۔ آپ طالبانِ رُشد و ہدایت کی بتدریج اصلاح فرماتے اور ان کے روحانی مقامات و احوال کا حال دریافت کرتے رہتے تھے اور اس میں نہایت سرگرمی اور جانفشانی فرماتے تھے۔ خواتین بھی آپ سے مستفید ہوتی تھیں۔ آپ کے مکتوبات بعض ایسی نیک اور شریف خواتین کے نام بھی ہیں جو اپنے شہر میں کسی بزرگ سے فیض حاصل نہیں کر سکتی تھیں چنانچہ مکتوب شریف نمبر ۴۷ میں آپ ایک خاتون کو مندرجہ ذیل ہدایات و نصائح تحریر فرماتے ہیں۔

اخلاقی ہدایات "اللہ تعالیٰ کی توفیقِ کامل تمہارے ساتھ رہے۔ تمام سعادتوں کا ذریعہ

یہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکامات بجالاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی کرو اور ناجائز کاموں سے پرہیز کرو۔ کسی پر غم وغصّہ نہ کرو، کسی مسلمان کے حق میں بُرائی کے خیالات دل میں نہ لاؤ۔ دنیائے بے وفا کے مال ومتاع پر نظر نہ ڈالو۔ اپنے آپ کو تمام مخلوق سے افضل نہ سمجھو اور آخرت کے سفر کو فراموش نہ کرو۔

کلمۂ توحید کا وِرد

ان اوصاف کو حاصل کرنے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور توفیق بخشے تو کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد کرتی رہو۔ ذکر کرتے وقت اہلِ دنیا اور دنیا کی چیزوں کا خیال دل میں نہ لایا جائے، اس سے بہت عُمدہ فوائد ونتائج حاصل ہوتے ہیں۔ تمام ظاہری اور باطنی احوال میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھا جائے۔ طالبِ صادق کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مخلوق کی طرف سے آنکھیں بند کر کے وہ ہمیشہ خُدا کی رحمت کا منتظر رہے۔

اَکلِ حلال کی تاکید

یہ ذہن نشین رہے کہ دل کو اطمینان اور یکسوئی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب بقدرِ ضرورت پاکیزہ اور حلال کھانا کھایا جائے اور بے ہودہ گو دنیا داروں کی صحبت ترک کر دی جائے۔ اگر تمہارا کھانا حلال کا نہیں ہے تو اگر ہزار سال بھی ذکر میں مشغول رہو گی تو اس وقت بھی تمہارا روحانی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔[1]

دوسری خاتون کی اصلاح

مکتوب شریف نمبر ۵۶ بھی ایک صالحہ خاتون کے نام ہے جس کا خدمت عالیہ میں حاضر ہونا آپ مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اعلیٰ روحانی مقام پر فائز تھی اس لئے آپ اس کے احوال ومقامات کی نگرانی فرمارہے تھے لہٰذا آپ نے اس کے شوہر سے اس کا حال معلوم کیا اور فارسی میں تصوّف کی اصطلاحوں کے مطابق اس کے احوال دریافت فرمائے۔ وہ خاتون فارسی زبان نہیں جانتی تھیں تاہم معمولی ترجمہ کے ذریعے وہ تمام مفہوم کو اچھی طرح سمجھ گئی یہ آپ کی فیض وکرامات کا نتیجہ تھا۔[2]

---

[1] ترجمہ مکتوبات خواجہ باقی باللہ۔ مطبوعہ لاہور ص۱۵۸-۱۵۹۔

[2] ترجمہ مکتوبات ص۱۴۶۔

وراء النہر کا سفر

مسندِ شیخیت پر سرفراز ہونے کے بعد آپ کا قیام صرف دہلی تک محدود نہ تھا بلکہ آپ بوقت ضرورت سفر بھی فرماتے ے آپ کے مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ آگرہ بھی تشریف لے گئے[1] اور لاہور جاتے ئے ماوراء النہر بھی تشریف لے گئے تھے) اور وہاں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی رمشہور علماء اور روحانی شیوخ سے بھی ملاقات کی تھی چنانچہ مکتوبات نمبر ۵۵ میں ایک ست کے نام اس سفر کا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے علاقہ بلخ میں پہنچا، ان لوگوں میں جو مسندِ ارشاد پر مقرر ہیں ذاتی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے علم کی تاثیر نہ پائی۔ شمرخاں کے ساتھ ملا صاحب کی ملاقات کے لئے گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اپنی منزل صاف نظر آئی۔ جناب مولوی صاحب باطن کی کمال تجرید سے موصوف ہیں ان کے اشعار کے دیوان سے جو ابھی دنوں میں مکمل ہونے والا ہے۔ معرفت کے آثار نظر آتے ہیں۔ میں دو تین روز تک وہاں رہا۔ برہان المحققین اور حجۃ المرشدین حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے مزار فیض انوار کی زیارت کا دل میں پختہ ارادہ تھا، وہاں بھی نہ ٹھہر سکا۔"[2]

شائخ سے محبت

آپ کے مکتوبات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ماوراء النہر کے مشائخ اور علماء سے آپ کو بے حد محبت تھی، اور آپ ان کی ملاقات و زیارت کے اہاں تھے مگر آخر زمانے میں جسمانی ضعف کی وجہ سے ایک دفعہ آپ ماوراء النہر کا سفر نہیں سکے چنانچہ مکتوب نمبر ۶ میں جو آپ نے اپنے پیر و مرشد خواجہ امکنگی کے صاحبزادے خواجہ القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا ہے، ملاقات کے اشتیاق و عقیدت کے ساتھ جسمانی زوری کی وجہ سے معذرت کا اظہار کیا گیا ہے۔

---

۱ ترجمہ مکتوبات، ص ۱۴۲۔

۲ ترجمہ مکتوبات ص ۱۴۵-۱۴۶، مطبوعہ لاہور۔

اہل و عیال آپ کے دونوں فرزندانِ نرینہ حضرت خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبد اللہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ میں بوقت عصر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر آپ کے والدِ محترم حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے نہایت برجستہ قصیدہ لکھا جس سے آپ کا سالِ ولادت اور وقتِ ولادت دونوں کا اظہار ہوتا ہے، خواجہ بزرگ فرماتے ہیں:-

روگشتہ دریں خرابہ منزل　　روز یکم از ربیع الاوّل
بود آخر عصر کاں یگانہ　　افتادہ دریں سیاہ خانہ
طبعم غزل نشاط می گفت　　دیدم ناگہ بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز بیں مرد　　بشگفت بہار در خط آورد

ان اشعار میں بشگفت بہار کے الفاظ سے سنِ ولادت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ولادت سے قبل ایک خدا رسیدہ درویش کو (جنہیں ذکری بابا کہا جاتا ہے) بذریعۂ کشف یہ معلوم ہوا کہ محترم خواجہ بزرگ کے گھر میں فرزند ارجمند پیدا ہونے والا ہے۔ لہٰذا انہیں ہدایت کی گئی کہ اس فرزندِ ارجمند کا نام خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے اسم گرامی پر رکھا جائے۔

اس صاحبِ دل درویش نے اس واقعہ کا اظہار حضرت خواجہ باقی باللہ سے کیا تو آپ نے اپنے فرزند ارجمند کے تولد ہونے پر ان کا اسم مبارک خواجہ عبید اللہ رکھا۔

خواجہ عبید اللہ نے دو سال تک اپنے والد بزرگوار کے زیر نگرانی پرورش پائی۔

خواجۂ خورد خواجۂ بزرگ کے دوسرے فرزند ارجمند خواجہ محمد عبد اللہ جو خواجہ خورد کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کی دوسری زوجہ محترمہ سے اپنے بڑے بھائی کے چار مہینے بعد ماہ رجب میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجۂ بزرگ نے اس دوسرے فرزند کی پیدائش پر بھی چند اشعار کا ایک قصیدہ نظم کیا، جس میں تاریخِ ولادت اور وقتِ ولادت کی طرف اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں:-

تاریخ یکے چو شد نمودار　　ہنگام تولد دگر آر

افتادہ بہ بحر در تلاطم ماہ رجب، وبگاہ ششم
مابین ظہور ایں دو گوہر بگزشتہ چہار ماہ اکثر
چوں صبح رسید آخر شب چوں روز زردشتی لبالب
چوں ماہ تمام، نشرح صدر درظلمتِ شب چو ساعتِ قدر

دونوں فرزند صورت وسیرت میں اپنے والد محترم کے مشابہ تھے۔

مذکورہ بالا فرزندوں کے علاوہ شاید آپ کی ایک دو صاحبزادیاں بھی تھیں، کیونکہ شاہ غمگین جی کے بارے میں بعض تذکروں میں یہ مذکور ہے کہ وہ آپ کے داماد تھے۔ تاہم اس کی کوئی تصدیق نہیں ہوسکی۔

والدہ ماجدہ آپ کی والدہ ماجدہ دہلی میں آپ کے ساتھ رہتی تھیں، آپ بر وقت فقراء اور درویشوں کو کھانا کھلانے کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کی خانقاہ کے باورچی خانے کا کل کام آپ کے سپرد تھا۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے از راہ رحم وشفقت، ضعف پیری کی وجہ سے یہ کام والدہ صاحبہ سے لے لیا تھا اور دوسروں کے سپرد کردیا تھا۔ اس موقع پر آپ بہت رنجیدہ ہوئیں، لہٰذا دوبارہ یہ خدمت انہی کے سپرد کردی گئی۔ اور ان کی مدد کے لئے اپنے سالے محمد صادق کی بیوی، بی بی بانو اور شیخ محمد صدیق کشمیری کی بیوی بی بی آغا کو خمیر کرنے اور مطبخ کے دوسرے کاموں میں مدد دینے کے لئے مقرر فرمایا[۱]۔

ازواجِ مطہرات آپ کی دو ازواج مطہرات تھیں اس لئے آپ کے دو گھر تھے آپ کی ازواج مطہرات آپ کی کثرت عبادت وریاضت کی وجہ سے اپنے تمام حقوقِ زوجیت سے دست بردار ہوگئی تھیں تاہم آپ ان کے تمام حقوق شرعی انصاف کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور باری باری ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سخت بیماری اور ضعف کے آخری دنوں میں بھی عدل وانصاف کو قائم رکھا۔

لہ ترجمہ مکتوبات صـ۶۶ ۔

آپ کی یہ عادت تھی کہ جس گھر میں رات بسر کرتے فجر کی سنت بھی وہیں ادا فرماتے پھر نما
جماعت کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے بلکہ تحیۃ الوضوء کی نفلیں بھی گھر میں ادا فرماتے تھے

عوام کی خدمت مسجد جاتے وقت اکثر ضرورت مند افراد آپ سے گفتگو کرکے اپنی ضرورتیں بیان کرتے تھے۔ لہٰذا آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر ان کی باتیں تو سے سنتے اور نہایت خنداں پیشانی سے ہر ایک کو جواب شافی دیتے تھے۔

نماز باجماعت سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ مسجد سے نکلتے تھے تو اس وقت بھی معتقدین اور حاجت مندوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو جاتی تھی۔ اور وہ لوگ آپ سے گفتگو کرتے تھے۔ آپ انہیں تسلی بخش جواب دیتے تھے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔

مخلوق خدا کی حاجتیں بر لانے کی وجہ سے آپ کو بڑی بڑی فتوحات اور کشائش حاصل ہوئی تھی، اس لئے آپ تندہی سے عوام کی خدمت کرتے تھے۔ اس طرح آپ کی ذات سے نہ صرف آپ کے مریدوں کو روحانی فوائد پہنچے بلکہ عوام کو بھی ظاہری اور باطنی فیض سے بہرہ وافر ملا[1]۔

خلوت نشینی آخر زمانے میں جب آپ عدم اور فنا کے عالم میں پہنچ گئے تھے اور جسمانی ضعف اور ظاہری امراض غالب آگئے تھے، اس وقت آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دیا تھا۔ اس سے پہلے بھی آپ صرف مسجد سے آتے جاتے وقت لوگوں کی اصلاح اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کچھ وقت ان سے گفتگو میں صرف فرماتے تھے ورنہ آپ اپنا تمام وقت تنہائی اور عبادت میں صرف فرماتے تھے۔

فیض عام آپ مسند ارشاد و ہدایت پر صرف دو سال فائز رہے، جب حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی آپ سے فیض یاب ہو گئے تو آپ نے اپنے تمام مریدوں کی روحانی تعلیم و تربیت ان کے سپرد کر دی تھی، اور خود بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ تاہم اس قلیل عرصے میں آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ کو جو اس برصغیر ہند و پاکستان میں بالکل اجنبی تھا، ملک کے گوشے گوشے میں روشناس کرایا۔

---

[1] ترجمہ مکتوبات ص۳۲۔

مولانا ہاشم کشمی کا بیان

مولانا ہاشم کشمی اپنی مشہور کتاب زبدۃ المقامات میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

اس حقیر سے ایک فاضل نے فرمایا " بعض بزرگوں نے برصغیر ہند و پاکستان میں تقریباً ستّر سال تک اپنے مریدوں کو فیض یاب کیا مگر اس کے باوجود ان کا سلسلہ ختم ہوگیا مگر تمہارے خواجہ صاحب کا یہ زبردست کارنامہ ہے کہ گو وہ چالیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوگئے اور صرف دو سال تک مسندِ ارشاد و ہدایت پر سرفراز رہے مگر اس قلیل عرصے میں آپ تمام دنیا کو فیض یاب کر گئے اور توقع ہے کہ قیامت تک ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری رہے گا"[1]

ترکِ توجہ خصوصی

آخر میں آپ نے اپنے خصوصی مریدوں کو توجہ دینا بھی بند کر دیا تھا۔ کیونکہ آپ کو تن تنہا رہنے کا حکم مل گیا تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے معتقدین اور مریدین کو بلا کر نہایت شفقت سے فرمایا " جب اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کی مرضی مشیخت کے ترک کرنے میں ہے تو دوستوں کو چاہیئے کہ ہم کو اپنی تربیت کے لائق نہ سمجھیں اور جہاں چاہیں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے چلے جائیں"

یہ بات سن کر آپ کے نیازمند بہت پریشان ہوئے اور وہ ان الفاظ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ۔ لہٰذا آپ نے ان کی غلط فہمی اور پریشانی دور کرنے کے لئے یہ فرمایا:۔

" میں یہ بات حکم کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں بری الذمہ ہو جاؤں کیونکہ بعض رفقاء اپنی تعلیم، روزگار اور کاروبار کو چھوڑ کر یہاں آکر فقر و درویشی کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں"

وفات کی پیشینگوئیاں

وفات سے پیشتر آپ نے وفات اور رحلتِ دنیاوی کے بارے میں پیشینگوئیاں کرنی شروع کر دی تھیں چنانچہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا:۔

---

[1] زبدۃ المقامات صفہ ۳

" ایسا دیکھا گیا ہے کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں سے کوئی بزرگ فوت ہو جائے "
اس کے بعد آپ نے یہ خواب دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے "جس مقصد کے تمہیں دنیا میں لائے تھے وہ مقصد پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے، لہٰذا اب یہاں سے سفر کرنا چاہیئے "

وفات سے چند دن بیشتر آپ نے فرمایا :-
" میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے لوگ کہتے ہیں کہ :- زمانے کا قطب مر گیا ہے اس وقت میں اپنے مرثیہ میں بہت ہی عمدہ نظم پڑھ رہا ہوں اور اس میں نہایت اعلیٰ درجے کے اشارات و کنایات مذکور ہیں "

وفات کا حال { آپ کی وفات کا حال، آپ کی مجالس مرتب کرنے والے نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے وہ اپنی سولہویں[16] مجلس میں تحریر فرماتے ہیں :

" بتاریخ پندرھویں ماہ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ پرانی دائمی بیماریوں کے علاوہ جو آپ بظاہر تندرست دکھائی دیتے تھے آپ کو بخار بھی لاحق ہو گیا تھا یہ آپ کا آخری مرض تھا۔ اس مرض کی حالت میں آپ فرماتے تھے :-
" خواب میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے ملاقات ہوئی خواجہ صاحب نے بڑی عنایت و مہربانی فرمائی اور حکم دیا 'پیراہن پہن لو' "
اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد آپ مسکرانے لگے اور فرمایا "اگر زندہ رہے ایسا کریں گے ورنہ کفن ہی پیراہن ہے "
اس مرض کے لاحق ہونے سے ایک دن پہلے آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی ایک سے فرمایا "جب میری عمر چالیس[۴۰] سال کی ہو جائے گی۔ تو اس وقت مجھے ایک بڑا واقعہ پیش آئے گا " اس خبر کو سن کر گھر کے لوگ بہت پریشان ہوئے اس پر آپ نے فرمایا " چالیس سال عمر کم نہیں ہے، کیا چالیس سال زندہ رہنا کم مدت ہے؟ "

مؤلفِ مجالس کا بیان | مؤلفِ مجالس تحریر فرماتے ہیں :-
بروز ہفتہ ۱۷ ر جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو حضرت مخدوم حاجی

شیخ عبدالحق سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ فقیر مجلس عالی میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا:۔

"کل رات سے بدن کے جوڑ اور اعضاء اس قدر درہم برہم ہوئے کہ گویا نزع کی حالت ہوگئی، نصف شب تک ایسا ہی حال رہا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے آرام آگیا اگر مرنے سے یہی حالت مراد ہے تو بہت ہی عجیب نعمت ہے، کیونکہ اس حالت سے نکلنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔"

وصیت اس بیماری کی حالت میں آپ نے وصیّت فرمائی،۔

"ہمارے پاس دو مشتبہ کتابیں ہیں۔ انہیں ان کے مالک کے پاس واپس کردو۔"

یہ کتابیں شرعی ہبہ کے مطابق آپ کی جائز ملکیت میں تھیں تاہم آپ نے انہیں واپس کرنا احتیاط و تقویٰ کے مطابق سمجھا۔

میراث آپ نے میراث میں جو چیزیں چھوڑیں وہ مندرجہ ذیل تھیں۔ ایک نقد روپیہ۔ چند کتابیں۔ ایک گھوڑا اور ایک فرش اور یہ روحانی طریقہ (نقشبندیہ) جو مریدوں میں رائج ہے۔

آخری ایام بروز پنجشنبہ ۲۳ رجمادی الثانی کی شام کو آپ بہت تندرست نظر آتے تھے۔ چنانچہ عصا ہاتھ میں لے کر اپنے پائے مبارک سے چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے گئے۔ اور بہت خوش ہوکر اس گھر میں جو دریا کے سامنے تھا اور جس میں مخالف ہوا آتی تھی رونق افروز ہوئے۔ آپ نے شام کی نماز اشارہ سے ادا فرمائی۔ اس کے بعد بلند آواز میں مثنوی مولانا روم پڑھنے لگے۔ آپ کے وہ مخلصین جو تیمارداری کی خدمت پر مامور تھے یہ حال دیکھ کر حیران ہوگئے تاہم بعض لوگوں نے تصوّف کے بعض اسرار و غوامض کے بارے میں دریافت کرنا شروع۔

ایک سوال کا جواب چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے یہ دریافت کیا۔

"قرآن کریم میں ایمان بالغیب کا حکم ہے وہ غالباً عام مسلمانوں کے لئے ہوگا اہل مشاہدہ کے لئے نہیں ہوگا، کیونکہ اہل مشاہدہ کا ایمان شہود کے ساتھ ہے۔"

آپ نے فرمایا "ایسا نہیں ہے، ایمان بالغیب کا حکم عام و خاص سب مؤمنین کے لئے۔"

جمعہ کی رات کے آخر حصے میں آپ کے دل پر ضعف غالب آگیا اور آپ بے ہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو چہرۂ مبارک پر خوشی اور تروتازگی کے آثار نمایاں تھے اور آرام و قرار کا اظہار ہو رہا تھا، آپ نے آنکھیں کھولیں مگر اس کے بعد سے لے کر وفات تک آپ نے بات چیت نہیں کی۔ یہ خاموشی صرف بارہ پہر تک باقی رہی تھی۔ اس عرصے میں بعض ایسی دواؤں کا استعمال جاری رہا جو آپ کی طبیعت کے مخالف تھیں تاہم آپ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ اس وقت سے لے کر وصال کے وقت تک آپ کا چہرہ نہایت مطمئن اور پُرسکون رہا۔ البتہ جب ایک مرتبہ ایک ہندو طبیب کو علاج کے لئے بلوایا گیا تو آپ نے اس کی آمد کو ناپسند فرمایا اور چیں بجبیں ہو کر اس ہندو وید کی طرف سے منہ پھیر لیا یہ حال دیکھ کر خواجہ حسام الدین احمد نے عرض کیا۔

"حضور کی والدہ ماجدہ کی رضامندی سے یہ گستاخی کی گئی ہے ورنہ آپ کی طبیعت کا حال ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہندو طبیب کے لانے سے خوش نہیں ہیں۔"

یہ بات سن کر آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا اور آپ اپنی والدہ کی مرضی کے تابع ہوگئے۔ اس اثنا میں ایک مخلص نے اللہ العالمین کا نام لیا۔ یہ لفظ سن کر آپ نے جلدی سے اس کی طرف نگاہ کی اور اپنے سرمبارک کو جو نہایت ہی بے چینی کی حالت میں تھا اس کی طرف پھیر لیا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا:۔

"دیکھو محبوب کا نام سن کر کس درجہ شوق میں آپ نے جنبش فرمائی ہے۔"

یہ بات سن کر آپ کی حقائق میں آنکھیں گردش میں آئیں اور بے اختیار آنسو ڈبڈبا آئے [1]

مؤلف مجالس باقیہ اپنی سترھویں مجلس میں جو آخری مجلس ہے، آپ کے وصال کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:۔

---

[1] حیات باقیہ ص ۶۱ — ۶۲ (سولہویں مجلس)۔

"بروز ہفتہ ۲۵ رجادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو حضوری کی سعادت حاصل ہوئی اس وقت
ت موت میں مبتلا تھے۔ مخلصوں میں سے جو کوئی حاضر ہوتا، تھوڑی دیر آپ اسے دیکھتے
کے بعد آپ آنکھیں پھیر کر یا بند کر کے اسے رخصت فرما دیتے تھے۔ جب اس مسودہ (مجالس
مع آپ کی نظر مبارک کے سامنے آیا تو آپ بہت دیر تک اس فقیر کی طرف متوجہ رہے
سی دوسری طرف نگاہ نہ ڈالی۔ اے خدا تو ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرما۔

حجۃ الاسلام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد رو رہے تھے آپ نے الوداعی نظروں
ں سے ان کی طرف دیکھا اور ان کے حال پر بہت ہی شفقت و مہربانی فرمائی۔ لیکن
ور کے چہرہ سے حسب عادت تبسم اور تعجب کا اظہار ہو رہا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا
'بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے آپ کو درویشوں کی جماعت میں سمجھتے ہو اور اس
ملہ میں بچوں کی طرح رو رہے ہو۔"

آپ نے بہت دیر تک ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر پکڑے رکھا اور
دست مبارک ان کے چہرے اور سر پر پھیرا۔

اس آخری بیماری کے وقت خواجہ حسام الدین احمد کے علاوہ اور کوئی اصحاب کرام
سے خدمت عالی میں ہر وقت حاضر نہیں رہتا تھا۔ اگرچہ میاں شیخ اللہ داد بھی قریب
تے تھے لیکن وہ آپ کے مرض کی شدت اور ضعف کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور انہیں
سا ضعف لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اس موقع پر خدمت عالیہ میں حاضر نہیں ہو سکے۔

لہٰذا خواجہ حسام الدین احمد کے علاوہ اور کوئی شب و روز آپ کی خدمت میں
ضر نہیں تھا چونکہ آپ پر سکرات موت کا عالم طاری تھا اور مکان تنگ تھا۔ اس لئے
نقدین یکے بعد دیگرے آکر رخصت ہو جاتے تھے میں بھی ان عزیزوں سے رخصت حاصل
کے جو وہاں موجود تھے، چلا گیا۔

ہفتہ کی شام کو جب کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا، آپ بلند آواز کے ساتھ اسم
ت کے ذکر میں مشغول ہوئے۔ اور دو تین گھڑی کے بعد اسی حالت میں جوارِ رحمت
ین جا ملے اور عالمِ قدس میں پہنچ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (حیاتِ باقیہ

مطبوعہ دہلی ص ۶۶–۶۸ سترھویں مجلس) ۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے معتقدین کے فیصلے کے مطابق ایک عمدہ زمین میں آپ کا مزار تیار کیا گیا، لیکن جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو رنج و غم سے نڈھال ہو کر بے حواسی کے عالم میں آپ کے معتقدین اس مقام کے بجائے، جہاں آپ کا مزار مبارک تیار کیا گیا تھا آپ کا جنازہ دوسرے مقام پر لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ وہی سرزمین ہے جہاں حضرت خواجہ صاحب نے وضو کر کے دوگانہ ادا فرمایا تھا، اور وہیں بیٹھ کر آپ نے اپنے مریدین کو روحانی تلقین کی تھی۔ اور جب آپ وہاں سے اٹھے تو آپ کے دامنِ مبارک پر کچھ خاک لگ گئی تھی اس موقع پر آپ نے فرمایا :۔

"یہ مقام ہمارا دامن گیر ہے، یہی ہمارا مدفن ہوگا"۔

لہٰذا آپ کے مخلص دوستوں نے اسی واقعہ کے پیشِ نظر اس خود فراموشی کے فعل کو خدا کی حکمت و ہدایت پر محمول جانا اور وہیں قبر کھود کر آپ کو دفن کیا یہ مقام قدم شریف کے قریب درگاہ خواجہ باقی باللہ کے نام سے مشہور ہے[1]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ نے ۲۵ رجادی الثانی ہفتہ کی شام کو اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا، مگر آپ کو ۲۶ رجادی الثانی بروز یکشنبہ اس مقام پر دفن کیا گیا جو قدم گاہ کے مجاوروں کے لئے بنایا گیا تھا۔

آپ کی وصیت اور ہدایت کے مطابق آپ کے مزار مبارک پر کوئی چھت یا گنبد تعمیر نہیں کیا گیا اور نہ کوئی کتبہ لگایا گیا تھا۔ تاہم حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے جو آپ کے بعد آپ کی خانقاہ اور درگاہ کے منتظم اور متولی تھے، آپ کے مزار کے اردگرد بہت سے خوشنما درخت لگوا دیئے تھے جن کی وجہ سے یہ قطعۂ زمین رشکِ گلستان بن گیا تھا۔

---

[1] حیات باقیہ مطبوعہ دہلی ص ۶۶–۶۸ (سترھویں مجلس) ۔